شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی علم بلاغت میں خدمات

حبیب الرحمٰن

شیخ الہند مولانا محمود حسن برصغیر کی وہ نابغہ روزگار شخصیت ہیں کہ جنہوں نے تصنیف و تالیف، وعظ و تبلیغ، درس و تدریس اور عملی جہادی کاوشوں کے ذریعے امت مسلمہ کی فکری اور عملی راہنمائی فرمائی۔ آپ ۱۲۶۸ھ بمطابق ۱۸۵۱ء بمقام بریلی پیدا ہوئے (۱)۔ وطن اصلی دیوبند تھا۔ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو آپ کو اس مدرسہ کے پہلے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہوا (۲)۔ دارالعلوم کی نصابی کتب کی تکمیل کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کتب صحاح ستہ پڑھیں۔ (۳)

شیخ الہند ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ سیاسی میدان میں برصغیر پاک و ہند میں سے استعماری غلبہ کے خاتمہ کے لیے آپ کی جہادی کوششیں آنیوالی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئیں اور عرب و عجم آپ کی سیاسی بصیرت و فقاہت کے قائل ہوئے۔ (۴)

درس و تدریس سے آپ کو خاص شغف تھا، بہت جلد آپ دارالعلوم کے صدر مدرس مقرر ہو گئے۔ آپ کی تدریس کا اسلوب سہل اور دلچسپ تھا، (۵) دوران تدریس مذہب حنفیہ کا دیگر مذاہب فقہیہ پر لطیف پیرائے میں ترجیح کا التزام رہتا تھا۔ درس حدیث کے دوران مختلف فیہ مسائل، تعارض احادیث، مشکلات الاحادیث، استنباطِ مسائل غرض تمام جہات پر انتہائی مختصر مگر پر مغز بحث فرمایا کرتے تھے کہ طلباء کو مذکورہ مسئلہ میں شرح صدر ہو جاتا تھا۔ (۶)

آپ تقریباً چوالیس سال دارالعلوم دیوبند میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ اس دوران سینکڑوں طلباء کو آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا (۷)۔ مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا حسین احمد

مدنی، مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا محمد الیاس، مولانا مناظر احسن گیلانی اور کئی دیگر اساطینِ علم آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ کا ترجمہ قرآن بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ بعد ازاں حواشی قرآن کے ضمن میں سورۃ البقرۃ اور سورۃ النساء کے حواشی تحریر فرمائے (۸) جسے مولانا عثمانی نے مکمل کیا۔

بخاری شریف، سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد کا ایک عرصہ تک آپ درس دیتے رہے۔ آپ کی درسی تقاریر جنہیں آپ کے طلباء نے قلم بند کر لیا تھا حل مسئلہ میں نہایت مفید ہیں۔

بخاری شریف کے ابواب و تراجم پر بھی آپ نے مستقل تصنیف لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر صرف چند صفحات ہی لکھ سکے۔ (۹)

فقہ الحدیث کے ضمن میں ایضاح الادلہ، ادلہ کاملہ اور احسن القری آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔

فلسفہ و علم الکلام کے ضمن میں مسئلہ امکان کذب ایک اہم مسئلہ شمار ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر آپ کی کتاب ''الجہد المقل'' نہایت عمدہ تالیف ہے۔

علم بلاغت میں علامہ تفتازانی کی مشہور زمانہ کتاب مختصر المعانی برصغیر کے درسی نصاب میں ایک عرصہ سے داخل چلی آ رہی ہے۔ آپ نے اس کتاب پر نہایت عمدہ حواشی تصنیف فرمائے ہیں۔

آپ کی یہ تصانیف اگرچہ تعداد کے اعتبار سے قلیل ہیں لیکن مضامین، نکات اور مباحث کے اعتبار سے بلاشبہ کئی ضخیم کتابوں پر حاوی ہیں۔ ذیل میں علم معانی اور شیخ الہند کے حاشیہ مختصر المعانی کا تعارف مدلل، منظم اور محققانہ اسلوب میں بیان کیا جاتا ہے۔

شیخ الہند کا حاشیہ مختصر المعانی

علوم العربیہ میں علم فصاحت و بلاغت ایک اہم علم شمار ہوتا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں بھی نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ اس لیے دوسرے علوم عربیہ کی طرح یہ علم بلاغت بھی بعد کے ادوار میں مدون ہوا لیکن اس کا استعمال جاہلیت کے عربوں میں موجود تھا۔ غالباً اس علم کے ابجد جعفر بن یحیی برمی المتوفی ۱۸۷ھ نے لکھے تھے۔ لیکن آج وہ ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں۔ غالباً بلاغت

کے اصولوں پر سب سے پہلے جس شخص نے کتاب لکھی وہ ابوعبیدہ بن معمر بن مثنی (م ۲۰۹ھ) تھے۔ ان کی کتاب مجاز القرآن اور انواع اسالیب قرآن کو بڑی خوبصورتی سے بیان کرتی ہے۔ تیسری صدی ہجری میں امام جاحظ وہ شخص تھے جنہوں نے علم بلاغت کی خوب خدمت کی۔ ان کی کتاب البیان والتبیین بے مثال ہے۔ پھر عباسی خلیفہ ابوالعباس مرتضی باللہ عبداللہ المتوکل (م ۲۹۶ھ) بھی علم بلاغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی کتاب البدیع اس فن میں بے مثال شمار ہوتی ہے۔ علم بلاغت جب چوتھی صدی ہجری میں داخل ہوا تو تین نامور ہستیوں نے اس فن میں تصنیف و تالیف کے جوہر دکھائے۔ ابوالفرج قدامہ بن جعفر (م ۳۳۷ھ)، قاضی ابوالحسن علی الجرجانی (م ۳۶۶ھ)، اور ابوہلال حسن بن عبداللہ العسکری (م ۳۹۵ھ) ادباء لغت عرب شمار ہوتے ہیں۔ مؤخر الذکر امام عسکری کی کتاب ''الصناعتین''، علم بلاغت کی معتبر کتاب شمار ہوتی ہے۔ (۱۰)

برصغیر میں علم معانی کی تدریس میں مختصر المعانی اور مطول دونوں شامل تھیں نیز مطول حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور دیگر حواشی کے ساتھ پڑھائی جاتی تھی۔ پھر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ نصاب کو مختصر کرتے ہوئے مختصر المعانی کو باقی رکھا گیا اور مطول کی تدریس ختم کردی گئی۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کو اپنے والد محترم مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کی ادب پسند طبیعت سے وافر حصہ ملا تھا۔ جس طرح آپ کے والد محترم نے عربی زبان و ادب میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا، اسی طرح آپ نے بھی بلاغت کی ایک ایسی خدمت سرانجام دی جو تادیر آپ کی حسنات میں اضافے کا موجب بنی رہے گی۔ آپ نے اپنے زمانہ تدریس میں اس ضرورت کو محسوس کیا کہ مختصر المعانی اپنی تمام خصوصیات اور اس قدر اہمیت کے باوجود کسی ایسے مستقل حواشی سے خالی ہے جو دوران تدریس مدرس اور طالب علم کے لیے موجب بصیرت ہو۔ نیز جس طرح سنن ابی داؤد کا نسخہ کاتبین اور ناسخین کے ہاتھوں مغلق اور گنجلک ہو گیا تھا، بالکل اسی طرح مختصر المعانی کے نسخہ میں تلخیص المفتاح اور مختصر المعانی کی عبارات جدا جدا نظر نہیں آئی تھیں نیز درسی کتابوں کی کتابت کے رسمی طریقے کے باعث مختصر توضیحات جو بین السطور ہی بیان کردی جاتی ہیں، اصلی کتاب میں شامل ہوگئی تھیں۔ ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے آپ نے اولاً مختصر

المعانی کے متن کو مہذب اور منقح کیا، تلخیص المفتاح کی عبارت کو جدا جدا ظاہر کیا اور بین السطور توضیحی عبارتوں کو مناسب طریقے سے لکھوالیا اور پھر سب سے آخر میں کتاب کے اوپر ایک عمدہ حاشیہ تحریر کیا۔ چنانچہ مختصر المعانی کا وہ پہلا نسخہ جو مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا تھا اس کے آخر میں مطبع کے مدیر کی درج ذیل عبارت خاتمہ الطبع کے عنوان سے موجود ہے۔ اب یہ عبارت جدید نسخوں میں بھی شامل ہے۔

’’نحمد الله الذى ابدع المخلوقات والجن والانسان ....اما بعد فلما كان الكتاب المستطاب المتداول بين ذوى الالباب من الفضلاء والطلاب المقبول لدى الاقاصى والاوانى المعروف بمختصر المعانى من تصنيفات قدوة العلماء الاعلام سند الفضلاء الكرام مسعود بن عمر الشهير بسعد الدين التفتازانى المتوفى ٧٨١م قد طبع فى المطابع العديدة كرة بعد كرة مرة بعد مرة ولكن لكونه مشحونا باغلاط الكثيرة ما كان مقبولا بين الخاص والعام وكان يضيق قلوب المشتاقين دون المرام فكلفت الفاضل الجليل النحرير النبيل. صدر المدرسين رئيس المحدثين العلامة الزمن مولانا محمود حسن صانه الله عن الآفات والفتن الديوبندى التحليته بالحواشى الجديدة المفيده وحل العويصات الصعبة العديده فصحح المتن اولا بمقابلة النسخ القلمية والمصرية وحشاه ثانيا تحشية انيقة وحلاه حلية رقيقة بتلخيص الحواشى والشروح الجليلة مثل الدسوقى والتجريد حتى كانه لا حتوائه على المطالب الفخيمة شرح جديد و مغن عن سائر الشروح والزبر القديمة وناسخ للحواشى المعتبرة والتعليقات الكريمة .....الخ.‘‘(١١)

حاشیہ شیخ الہند کے مصادر

شیخ الہند نے اس حاشیہ کے لکھنے میں معتبر کتب بلاغت اور تلخیص مفتاح کی شروحات وحواشی

وغیرہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے اس حاشیہ میں مندرجہ ذیل کتب بطور مصدر استعمال ہوئی ہیں۔

۱۔ المطول شرح تلخیص المفتاح   از سعد الدین تفتازانی
۲۔ الاطول شرح تلخیص المفتاح   از ابن عرب شاہ ابراہیم بن محمد

آپ حنفی المذہب تھے۔ خراسان کے شہر اسفرابین میں پیدا ہوئے۔ سن ولادت معلوم نہیں۔ زرکلی نے آپ کا سن وفات ۹۴۵ھ لکھا ہے۔ (۱۲) کثیر کتابوں کے مصنف ہیں۔ عقائد، منطق، بلاغت اور نحو کی کئی مشہور کتابوں پر آپ کے حواشی ہیں۔ آپ کی یہ شرح دار الکتب العلمیہ بیروت سے دو جلدوں میں ایک مخطوطے سے صفحہ قرطاس پر منتقل ہوئی۔ کتاب میں اولاً تلخیص المفتاح کا مکمل متن ہے۔ اس کے بعد الاطول تلخیص المفتاح کے متن کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ مصنف نے مطول اور اس پر سید السند کے حاشیہ سے استفادہ کیا ہے۔ (۱۳)

۳۔ حاشیہ الدسوقی علی مختصر المعانی از محمد بن عرفہ الدسوقی
۴۔ حاشیہ البنانی بعنوان التجرید از شیخ مصطفیٰ البنانی
۵۔ حاشیہ علی المطول از عبد الحکیم سیالکوٹی
۶۔ الایضاح شرح تلخیص المفتاح از قاضی محمد بن محمد الخطیب القزوینی
۷۔ حاشیہ المطول از حسن چلپی بن محمد شاہ الفناری
۸۔ حاشیہ المطول از سید شریف علی بن محمد الجرجانی
۹۔ الصحاح فی اللغۃ از اسماعیل بن حماد الجوہری

ان مصادر میں شیخ الہند نے جن کتب کے حوالہ جات کثیر تعداد میں دیے ہیں ان میں حاشیہ الدسوقی، المطول، الاطول، علامہ البنانی کی التجرید اور علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کا حاشیہ المطول شامل ہیں۔ ان کتب حواشی کا مختصر تعارف و تذکرہ گذشتہ صفحات میں علم معانی کی تاریخ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

کتب مصادر کے لیے استعمال ہونے والے رموز

کتب مصادر جن کا سطور بالا مین تذکرہ کیا گیا ہے۔ شیخ الہند نے اپنے حاشیہ میں جا بجا ان کا حوالہ دیا ہے۔ کتب مصادر کے حوالہ جات کے لیے شیخ الہند نے مختلف رموز استعمال کیے ہیں مثلاً حاشیہ الدسوقی کے حوالے کے لیے آپ نے ''علامہ دسوقی'' یا ''دسوقی'' یا ''قی'' یا ''ق'' یا ''من ق'' وغیرہ رموز استعمال کیے ہیں۔ تجرید کے حوالہ کے لیے آپ نے ''تجرید'' یا ''تج'' یا ''حاشیہ العلامہ البنانی'' یا ''حاشیہ البنانی''، وغیرہ لفظ استعمال کیے ہیں۔ اس کے علاوہ جس کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس کا پورا نام یا منصف کا نام یا کتاب کا صرف مشہور نام ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مطول کے لیے ''المطول''، اور حاشیہ عبدالحکیم کے لیے ''حاشیہ عبدالحکیم'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ معدودے چند جگھوں پر آپ نے علامہ قزوینی کی اپنی شرح تلخیص المفتاح بنام الایضاح کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اس کے لیے ''الایضاح'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بعض جگہ آپ نے ''حاشیہ'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس رمز سے کون سا حاشیہ مراد ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی حاشیہ بلا نام و عنوان شیخ الہند کے پاس موجود ہو یا مطول اور مختصر المعانی کے کسی حاشیہ کے لیے آپ نے یہ اصطلاح استعمال کی ہو۔

کہیں کہیں شیخ الہند نے مختلف حواشی و شروحات کا مختصر خلاصہ بیان کرنے کے بعد آخر میں ''ملتقط'' لکھ دیا ہے۔ (۱۴) اور کہیں شروحات کا مختصر خلاصہ لکھنے کے بعد ''ملخص'' کا لفظ درج کیا ہے۔ (۱۵) جہاں آپ نے اپنی طرف سے کسی حاشیہ یا شرح میں کچھ زیادتی کی ہے وہاں ''بزیادة'' کا لفظ لکھ دیا ہے۔ (۱۶) بعض جگہ کئی شروحات کا حوالہ بیان کرتے وقت ''ملخص الحواشی'' بھی کہا ہے۔ (۱۷) بعض اوقات کسی حاشیے میں کسی کتاب کی عبارت سے نقل کرتے ہوئے اپنی وضاحت شامل کی ہے تو وہاں ''بتوضیح'' کا لفظ ساتھ لکھ دیا ہے۔ (۱۸) شیخ الہند کے حاشیہ میں بعض مقامات ایسے بھی آئے ہیں جہاں ایسی کتب کے حوالہ جات ہیں جن کی کوئی تصریح میسر نہیں آ سکی جیسے ''ابوقاسم''، وغیرہ (۱۹)

شیخ الہند کا اسلوب تحریر حواشی

شیخ الہند کے اسلوب تحریر حواشی پر گفتگو کرنے سے پہلے اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ عموماً درسی کتابوں کے اندر عبارت کے متعلق مختصر توضیحات حواشی میں لکھنے کی بجائے بین السطور ہی درج کر دی جاتی ہیں۔ عموماً یہ توضیحات عبارت کے ترکیبی مغلقات کو کھولنے کے لیے نیز تنبیہات وغیرہ کے لیے لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ عموماً جملے کی ترکیب لغوی اور ضمائر کے مراجع ان عبارات سے واضح کیے جاتے ہیں۔

اس بات کا کوئی واضح ثبوت نہیں ہے کہ مختصر المعانی کی بین السطور عبارات شیخ الہند ہی کی لکھی ہوئی ہیں البتہ اگر اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ شیخ الہند نے مختصر المعانی کے کسی مروجہ نسخہ ہی کی تصحیح کی ہوگی، تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بعض بین السطور عبارات خود اس نسخہ میں پہلے سے موجود ہوں گی اور بعض عبارات کا آپ نے اضافہ کیا ہوگا۔ (۲۰)

حواشی تحریر کرتے وقت شیخ الہند نے جن امور کو ملحوظ رکھا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ کسی عبارت کو مغلق نہیں چھوڑا گیا۔ جہاں جہاں مختصر المعانی کی عبارات میں فہم کے اعتبار سے کچھ مشکلات تھیں وہاں آپ نے ان مشکلات کو حل کیا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے بعض اوقات کچھ عبارات حواشی میں خود اپنی طرف سے بھی تحریر کی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ عموماً کسی کتاب سے کوئی عبارت لینے کے بعد اس کا حوالہ ضرور تحریر فرماتے ہیں۔ جبکہ ایسی توضیحات میں کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔ دوم یہ کہ عموماً یہ عبارات بادیٔ النظر میں بھی کسی کتاب سے ماخوذ نظر نہیں آتیں کیونکہ وہ عبارات متن کے معمولی معمولی اغلاقات کے پیش نظر لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

الف۔ صاحب مختصر المعانی اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ بعض اوقات علم بیان، علم معانی، علم بدیع سب پر علم بیان ہی کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

''و کثیر من الناس یسمی الجمیع علم البیان'' (۲۱)

شیخ الہند اس پر یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ’’ھذا طریق اخر غیر الطریق الاول لان الطریقة الاولی أن یسمی الفن الاول بعلم المعانی و الثانی بالبیان و الثالث بالبدیع و الطریقة الثانیة ان تسمی الثلاثة ای المعانی و البیان و البدیع ، کلھم بعلم البیان‘‘(۲۲)

ب۔ صاحب مختصر المعانی عطف کے مقاصد ذکر کرتے ہوئے ایک مقصد صرف الحکم کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض اوقات عطف اس لیے لایا جاتا ہے کہ حکم کو ایک محکوم علیہ سے پھیر کر دوسرے محکوم علیہ کی طرف کر دیا جائے جیسے ﴿جاء نی زید بل عمر﴾ وہ مزید لکھتے ہیں کہ حرف ’’بل‘‘ اضراب کے لیے آتا ہے اور یہاں اضراب کا معنی ہے کہ متبوع سے حکم ساکت ہو جائے اور تابع کے لیے ثابت ہو جائے۔ متبوع سے حکم کا منفی ہونا مراد نہیں ہوتا یعنی مثال بالا میں عمرو کے آنے کا ثبوت ہے۔ زید کے آنے کی نفی نہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جملہ مثبت ہو یا منفی دونوں میں یہ قانون جاری ہوگا۔ چنانچہ ان کی عبارت ہے:

> ’’نحو جاء نی زید بل عمرو او ما جاء نی زیدبل عمروفان بل للأضراب عن المتبوع و صرف الحکم الی التابع و معنی الاضراب عن المتبوع ان یجعل المتبوع فی حکم المسکوت عنه لا ان ینفی عنه الحکم قطعا خلافا لبعضھم و معنی صرف الحکم فی المثبت ظاھر و کذا فی المنفی ‘‘(۲۳)

لفظ ’کذا‘ پر شیخ الہند لکھتے ہیں:

> ’’قوله و کذا فی النفی الخ ای و کذا صرف الحکم فی العطف ببل فی الکلام المنفی ظاھر ان جعلنا الصرف بمعنی نفی الحکم عن التابع و المتبوع فی حکم المسکوت عنه او متحقق الحکم له‘‘(۲۴)

ج۔ مختصر المعانی میں علامہ قزوینی کی مثال ’’جاء نی القوم اکثر ھم‘‘ پر ’’فی‘‘ بدل البعض موجود

ہے۔ بدل البعض پر شیخ الہند یہ حاشیہ لکھتے ہیں:

''قوله بدل البعض ما يكون ذاته جزاء ا من ذات المبدل منه'' (۲۵)

اسی طرح آپ نے جا بجا مختلف مقامات پر دسوقی اور تجرید وغیرہ کے حوالے سے بھی مختصر المعانی کی عبارات کی مشکلات کو حل کیا ہے۔

۲۔ چونکہ مختصر المعانی المطول کے بعد اختصار کے پیش نظر تالیف کی گئی تھی اس لیے بعض مقامات پر علامہ تفتازانی کی تشریح ناکافی ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ وہ قواعد کے ذیل میں مثالیں بیان نہیں کرتے۔ شیخ الہند نے ان مقامات پر کوشش کی ہے کہ اگر کہیں مثال سے بات واضح ہوتی ہے تو وہاں معتبر حواشی کی روشنی میں مثالیں بیان کردی جائیں۔ مثلاً جہاں علامہ قزوینی نے کلام میں مفعول کو حذف کرنے کی بحث فرمائی ہے۔ وہاں یہ بیان کیا ہے کہ اگر مفعول کو اس وجہ سے حذف کردیا جائے کہ فعل مذکور کا کسی خاص مفعول سے تعلق بتلانا مقصود ہی نہیں تو وہاں وہ متعدی فعل بھی لازم ہوجائے گا لیکن اگر ایسا نہ ہو بلکہ فعل مذکور ایسا ہو کہ کسی خاص مفعول سے اس کا تعلق بتلانا مقصود تو تھا پھر بھی متکلم نے مفعول ذکر نہیں کیا تو وہاں قرائن کو دیکھتے ہوئے مفعول متعین کیا جائے گا۔ اس پر علامہ تفتازانی لکھتے ہیں کہ اگر قرائن کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ مفعول عام ہونا چاہیے تو عام مفعول مقدر خیال کیا جائے گا اور اگر قرائن کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ مفعول خاص مراد ہے تو مفعول خاص مقدر خیال کیا جائے گا۔ لیکن علامہ نے دونوں کی مثالیں ذکر نہیں کیں۔ شیخ الہند نے دونوں کی مثال ذکر کی ہے۔ چنانچہ قزوینی اور تفتازانی کی عبارت یوں ہے۔

''وجب التقدير بحسب القرائن الدالة على تعيين المفعولان عاما فعام وان خاصاً فخاص'' (۲۶)

''قولہ ان عاماً فعام'' پر شیخ الہند لکھتے ہیں کہ جو کہ حاشیہ الدسوقی سے ماخوذ ہے۔

''قوله ان عاماً فعام اى ان كان المدلول عليه بالقرينة عاما فى اللفظ القدر عام وذلك نحو والله يدعوالى دارالسلام اى كل احد . ۱۲ قى'' (۲۷)

اورقولہ ’’وان خاصافخاص‘‘ پرشیخ الہند لکھتے ہیں۔ یہ بھی حاشیہ الدسوقی سے ہی ماخوذ ہے۔

’’قوله وان خاصا فخاص اى وان كان المدلول عليه بالقرينة خاصا فاللفظ المقدر خاص نحوا هذا الذى يبعث الله رسولا اى بعث الله رسولا لان الموصول يستدعى ان يكون فى صلة مايرجع اليه وكقول عائشة مارأيت منه ولارأى منى .١٢ قى‘‘(٢٨)

چنانچہ صاحب مختصر الدسوقی (٢٩) انہی دوجگہوں پر یہ لکھتے ہیں کہ

’’قوله ان عاما فعام اى ان كان المدلول عليه بالقرينة عاما فاللفظ المقدر عام كقوله تعالىٰ والله يدعوا الى دارالسلام اى كل احد و مثال اللفظ المقدر الخاص اذا كان المدلول عليه بالقرينة خاصا مثل قوله عائشةؓ ما رأيت منه ولا رأى منى اى العورة‘‘(٣٠)

٣۔ بعض اوقات صاحب مختصر المعانی اپنی توضیحی عبارت کے ذریعے کسی سوال مقدر کا جواب دے رہے ہوتے ہیں وہاں شیخ الہند اس سوال مقدر کی وضاحت کردیتے ہیں مثلاً

الف۔ علامہ قزوینی فصل اوروصل کی بحث میں لکھتے ہیں کہ جہاں دو جملے ایسے ہوں کہ ان کا کوئی اعراب نہ ہو۔ ان کی ایک صورت یہ ہوگی کہ جملہ ثانیہ جملہ اولی کے لیے بدل استعمال ہوگا۔ اس کی مثال یہ شعر ہے۔

أقول له ارحل لاتقيمنّ عندنا
والافكن السرّ والجهر مسلما (٣١)

علامہ تفتازانی یہاں لکھتے ہیں کہ لاتقیمن، ارحل کے بدل اشتمال ہے وہ مزید لکھتے ہیں:

’’والكلام فى ان الجملة الاولى اعنى ارحل ذات محل من الاعراب مثل ما مرّ فى ارسوا نزاولها و انما قال فى المثالين....الخ‘‘(٣٢)

شیخ الہند قولہ ’’والکلام‘‘ پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ والکلام سے علامہ تفتازانی ایک

اعتراض کا جواب دے رہے ہیں جو ماتن یعنی صاحب تلخیص المفتاح پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں بات ان جملوں کی چل رہی ہے جن کا کوئی اعراب نہ ہو جبکہ ''ارحل'' اور ''لاتقیمن'' مقولہ ہے اور اس کا محلی اعراب نصب ہوتا ہے تو پھر یہ شعر مقام کے مناسب نہ ہوا۔ علامہ تفتازانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مصنف کی غرض اس مثال سے صرف ایسے جملوں کا ظاہر کرنا ہے جن میں کمال اتصال ہو ان کا چاہے کوئی اعراب ہو یا نہ ہو۔ (۳۳) شیخ الہند نے یہ جواب حاشیہ الدسوقی سے نقل کیا ہے۔ مختصر الدسوقی کی عبارت یوں ہے

'' قوله والكلام اى السؤال والجواب فالسؤال بعدم مطابقة المثال للمثال للممثل له والجواب بمثل ما مر فى ارسوا الخ وحاصل الجواب ان ماذكره المص من البيت مثال لكمال الاتصال بين الجملتين بسبب كون الثانية بدل الاشتمال من الاولى مع قطع النظرعن كون الجملتين لهما محل من الاعراب اولا....''(۳۴)

ب۔ علامہ قزوینی بلاغت فی الکلام کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''وارتفاع شان الكلام فى الحسن والقبول بمطابقته للاعتبار المناسب وانحطاطه''(۳۵)

یعنی کلام کے عمدہ ہونے کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ مقتضائے حال کے مطابق ہے کہ نہیں۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

''اذ علم ان ليس ارتفاع شان الكلام الفصيح فى الحسن الذاتى الا بمطابقه للاعتبار المناسب على ما يفيده اضافة المصدر''(۳۶)

شیخ الہندؒ حاشیہ عبدالحکیم وحاشیہ الدسوقی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شارح کی عبارت ''علی ما یفیدہ'' ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح معلوم ہو گیا کہ کلام کے حسن اور قبول کے اعتبار سے عمدہ ہونے کا سارا دارومدار اس کلام کے مقتضائے حال کے مطابق ہونے پر ہے؟

شارح نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ چونکہ ماتن کی عبارت میں لفظ ارتفاع کی اضافت مابعد کی طرف مصدر کی اضافت ہے اور شارح کافیہ علامہ رضی نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اسم جنس جب استعمال کیا جائے اور وہاں تخصیص کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو وہاں استغراق مراد ہوتا ہے جیسے ضربی زیداً فی الدار میں استغراق مراد ہے تو معنی یہ ہوا کہ ہر ایک کلام کی عمدگی اور بلندی اسکے مقتضائے حال کے مطابق ہونے پر موقوف ہے۔ (۳۷) چنانچہ محشی مطول علامہ عبدالحکیم کی عبارت یہ ہے۔

> ''لما فی الرضی من اسم الجنس اعنی الذی یقع علی القلیل والکثیر بلفظ الواحد اذا استعمل ولم تکن قرینة تخصصه ببعض ما یصدق علیه فهو فی الظاهر لاستغراق الجنس أخذ من استقراء کلامهم فمعنی التراب یابس والماء بارد ان کل ما فیه هاتان الماهتیان حاله کذا ....الخ''(۳۸)

۴۔ جہاں تلخیص المفتاح کے شارحین نے یا مختصر المعانی کے حاشیہ نگاروں نے علامہ سکاکی یا علامہ تفتازانی کا تعقب کیا ہے وہاں شیخ الہند نے ان تعقبات کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ تفتازانی نے فصاحت فی الکلام کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ وہ ضعف تالیف اور تنافر کلمات سے خالی ہو، نیز اس میں تعقید بھی نہ ہو پھر تنافر اور ضعف تالیف کی مثالیں تو ذکر کی ہیں مگر تعریف نہیں کی۔ چنانچہ تنافر کی مثال یہ دی ہے۔

ولیس قرب قبر حرب قبر (۳۹)

پھر علامہ تفتازانی نے تنافر کی تعریف یہ کی ہے کہ کلمات زبان پر ثقیل ہوں اگرچہ ان میں سے ہر کلمہ فصیح ہو۔ (۴۰) شیخ الہند اطول شرح تلخیص المفتاح کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تنافر کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ مرکب میں کوئی ایسا وصف جو زبان پر ثقیل ہو اور پھر انتہائی ثقیل ہونے کی مثال میں یہ مذکورہ بالا مصرع پیش کیا جاتا۔ (۴۱)

۵۔ علامہ قزوینی نے تلخیص المفتاح کے مقدمہ میں اولاً علم بیان اور علم معانی کی تعریف کی ہے

اوراس کے بعد علم بدیع کی طرف مندرجہ ذیل عبارت سے اشارہ کیا ہے۔

''ویتبعھا وجوہ اخر یورث الکلام حسنا'' (۴۲)

اس پر صاحب اطول ابن عرب شاہ لکھتے ہیں کہ قزوینی کے قول ''یتبعھا'' میں کئی چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ اسکے بعد انہوں نے چار چیزیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ علم بدیع کو علم بلاغت سے مؤخر کرنا واجب ہے۔ دوم یہ کہ وجوہ بدیعیہ بلاغت کے بغیر حسن پیدا نہیں کرسکتیں۔ سوم یہ کہ وجوہ بدیعیہ کا پیدا کردہ حسن عارضی ہونے کے باعث بلاغت کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ یہ وجوہ علم بدیع میں اس وقت شمار ہوں گی جبکہ حال ان کا تقاضا نہ کررہا ہو کیونکہ اگر حال نے ان کا تقاضا کیا تو پھر تو وہ بلاغت میں داخل ہوجائیں گی۔ (۴۳)

شیخ الہند نے ان چاروں امور میں سے صرف ایک امر کو حواشی میں اختصار کے باعث منتخب کیا ہے اور وہ امر اول ہے۔ (۴۴)

۶۔ مختصر المعانی میں آنے والے اشعار جو بطور امثال وشواہد پیش کیے جاتے ہیں شیخ الہند نے اپنے حاشیہ میں ان کی تقطیع کا بھی اہتمام کیا ہے۔ (۴۵)

۷۔ شیخ الہند کے حاشیہ کی ایک ممتاز خصوصیت منتخب علمی نکات ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تمام متداول شروح وحواشی وغیرہ میں سے بڑی عرق ریزی کے ساتھ عمدہ عمدہ علمی نکات کو چنا ہے۔ ذیل میں ان کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

الف۔ علامہ قزوینی نے تنافر فی الکلمہ کی مثال میں مشہور جاہلی شاعر امرؤالقیس کے شعر کا یہ مصرع نقل کیا ہے۔

''غدائرہ مستشزرات الی العلی'' (۴۶)

یعنی اس میں لفظ مستشزرات میں تنافر ہے۔ شارحین ومحشین اس چیز کے درپے ہیں کہ اس لفظ میں تنافر کس طرح پایا جاتا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چونکہ شین، تاء اور زاء کے درمیان آگیا ہے اس لیے اس میں تنافر آگیا ہے۔ (۴۷) پھر علامہ تفتازانی نے اس قول کو رد کردیا ہے۔ اور ابن اثیر کا یہ قول

نقل کیا ہے کہ تنافر کا سبب نہ تو مخارج کا بعد ہوتا ہے نہ ایک حرف سے دوسرے حرف کی طرف منتقل ہونے کی مشکل ہوتی ہے اور نہ مخارج کا قریب ہونا ہوتا ہے بلکہ کسی لفظ کے اندر تنافر کے وجود کا فیصلہ کرنے میں اصل چیز ذوق ہے۔ (۴۸) یہی وجہ ہے کہ علامہ قزوینی نے یہ مذکورہ بالا مصرع تو نقل کر دیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ تنافر کا سبب کیا ہے۔ چونکہ بعض حضرات قرب مخارج وغیرہ کو بھی تنافر کا سبب سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے درمیان اس امر میں کافی گفتگو ہوئی ہے کہ قرآنی کلمہ ’’الم اعھد‘‘ میں بھی تنافر ہے یا نہیں۔ جن حضرات نے اس میں تنافر تسلیم کیا ہے پھر انہون نے یہ کہا ہے کہ اس معمولی تنافر سے آیت کی فصاحت و بلاغت یا بالفاظ دیگر قرآن کی فصاحت و بلاغت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ جز کے انتفاع سے کل کا انتفاع لازم نہیں آتا۔ صاحب مطول نے اس قول کے قائلین اور ان کی اس دلیل دونوں کو رد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ جب کلمہ میں تنافر ہو تو کلام میں تنافر ضرور ہوگا۔ یہ تو ان کی دلیل کا رد ہو گیا اور رہا ان کا دعویٰ کہ ’’الم اعھد‘‘ میں تنافر ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ تنافر کا فیصلہ ذوق سلیم پر موقوف ہے اور ذوق سلیم اسے متنافر شمار نہیں کرتا۔ (۴۹)

شیخ الہند نے انتہائی اختصار کے ساتھ حواشی میں اس بحث کو سمیٹا ہے جو متعدد شروحات کا نچوڑ ہے۔ (۵۰)

ب۔ علامہ تفتازانی نے علامہ قزوینی کی بیان کردہ علم المعانی کی تعریف میں عبارت ’’وھو علم‘‘ کے تحت لکھا ہے کہ علم سے دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی وہ ملکہ بھی مراد ہو سکتا ہے جس کے ذریعے سے انسان جزوی مسائل کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور نفس اصول و قواعد معلومہ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ (۵۱) شیخ الہند حاشیہ میں اس اجمال کی وضاحت کرتے ہوئے مطول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملکہ حاصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس فن کو وضع کرنے والے نے بلیغ لوگوں کے کلام سے کچھ اصول مستنبط کیے ہیں۔ ان اصولوں کے ادراک اور ان کی مشق سے ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کے باعث مسائل کے استحضار اور ان کی تفصیلات پر انسان قادر ہو جاتا ہے۔ یعنی جب وہ بھی چاہے اس قوت کے ذریعے بلاغت کے زیر و بم سمجھ سکتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کسی شخص کے بارے

میں کہا جائے کہ وہ علم نحو جانتا ہے تو اس سے یہ مراد نہ ہوگی کہ وہ نحو کے تمام مسائل کا حافظ ہے اور وہ اس کے ذہن میں حاضر ہیں بلکہ یہی مراد ہوگی کہ اس کو ایسا ملکہ حاصل ہے جسکے باعث مسائل نحو کے استحضار اور ان کے حل کرنے پر یہ قادر ہے اور جو علم کا دوسرا معنی بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ علم کا اطلاق ان قواعد و اصول پر بھی ہوتا ہے جو کسی فن میں بنیادی شمار ہوتے ہیں تو گویا لفظ علم سے یہ دونوں معنی مراد ہو سکتے۔ (۵۲)

ج۔ علامہ قزوینی نے مسندالیہ کی بحث میں مسندالیہ کے ابدال کے ذیل میں بدل الکل، بدل البعض اور بدل الاشتمال کا تذکرہ تو کیا ہے لیکن بدل الغلط کا ذکر نہیں کیا۔

علامہ تفتازانی اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولم یتعرض لبدل الغلط لانه لایقع فی فصیح الکلام" (۵۳)

شیخ الہند حاشیہ میں اطول کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہر بدل الغلط غیر فصیح نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں بدل الغلط کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک قسم تو وہی ہے جس کی طرف تفتازانی نے اشارہ کیا ہے۔ اس کی صورت یوں ہے کہ سبقتِ لسانی یا نسیان کے باعث ایک چیز کے بعد دوسری ذکر کر دی جاتی ہے۔ جیسے ماجاء زید عمرو جبکہ بدل الغلط کی دوسری قسم وہ ہے کہ ارادۃً پہلے مبدل منہ ذکر کیا جائے پھر مبدل کا ذکر کر دیا جائے اور مقصود ادنی نے اسے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو جبکہ سننے والا یہ سمجھ لے کہ یہ غلطی کی وجہ سے ہوا ہے جیسے کہا جائے بدر شمس جاء نی۔ یہ دوسری قسم شعراء اور بلغاء کے کلام میں کثرت سے پائی جاتی ہے۔ یہ مبالغہ یا تفنن کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ (۵۴)

بالجملہ شیخ الہند کا یہ حاشیہ نہ صرف مختصر المعانی کے مغلقات وغوامض کو حل کرتا ہے بلکہ کتب شروح وحواشی کا نچوڑ طالبان علم بلاغت کے لیے پیش کرتا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ شیخ الہند نے مختصر المعانی کے حاشیہ میں جو مختلف شروح وحواشی سے انتخاب فرمایا ہے وہ نہایت عمدہ ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

''بعد کو جب دسوقی کے ساتھ ملا ملا کر ان حواشی کے مطالعہ کا موقع ملا، تب مولانا کی غیر معمولی انتخابی قوت کا اندازہ ہوا۔ گویا اس ضخیم وکلیم وشحیم شرح کی روح نکال کر مولانا نے رکھ دی تھی۔ ہزار ہا ہزار صفحات کے پڑھنے سے بھی جو نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ وہ ان چند سطروں میں مل جاتے تھے اور اس وقت معلوم ہوا کہ کمال صرف یہی نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیش کی جائے بلکہ دوسروں کے کلام سے چھلکوں کو اتار کر صرف مغز برآمد کر لینا اور جہاں ضرورت ہو ٹھیک اسی جگہ پر موقع بہ موقع کے ساتھ اس کو درج کر کے مشکلات کو حل کرتے چلے جانا بجائے خود ایک ایسا کمال ہے کہ اپنی طرف سے کچھ لکھ دینا، تجربہ بتاتا ہے کہ اس سے کہیں زیادہ آسان ہے''۔ (۵۵)

حواشی

۱۔ حیات شیخ الہند، اصغر حسین، مولانا، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۱۷

۲۔ سوانح قاسمی، گیلانی، مناظر احسن، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، (س۔ن)، ۲/ ۲۱۵

۳۔ حیات شیخ الہند، ص ۱۹۔۲۰

۴۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ سرگزشت مجاہدین، ص ۵۲۹۔۵۳۱،

History of Freedom Moveement in India, P-255, vol III

Tarachand, Doctor, Book Traders, Lahore, 1972,

۵۔ حیات شیخ الہند، ص ۳۴ ۶۔ ایضاً، ص ۳۵۔۳۶

۷۔ ایضاً، ص ۳۹

۸۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم، صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، قدیمی کتب خانہ کراچی، (س۔ن)، ص ۳۰۳

۹۔ الابواب والتراجم، شیخ الہند، مولانا محمود حسن، کراچی، (س۔ن) ص ۱۔۲

۱۰۔ نیل الامانی شرح مختصر المعانی، محمد حنیف گنگوہی، مولانا، مکتبہ امدادیہ ملتان، (س۔ن)، ۱/ ۱۱۔۱۲

۱۱۔ مختصر المعانی، ص ۵۴۴ ۱۲۔ الاعلام، ۴/ ۲۲۳

۱۳۔ مقدمہ الاطول، عبدالحمید ہنداوی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ص ۶۔۸

۱۴۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، شیخ الہند، مولانا محمود حسن، مکتبہ امدادیہ ملتان، (س۔ن) ص ۹۶، ف ۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۳، ف ۱۰ ۱۶۔ ایضاً، ص ۳۱، ف ۳

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۸، ف ۸ ۱۸۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۹۸، ف ۱

۱۹۔ ایضاً، ص ۳۳، ف ۵ ۲۰۔ بطور مثال ملاحظہ ہو۔ مختصر المعانی، ص ۳۰۵

۲۱۔ مختصر المعانی، ص ۳۳ ۲۲۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۳۳، ف ۸

۲۳۔ مختصر المعانی، ص ۹۵ ۲۴۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۹۵، ف ۴

۲۵۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۹۱، ف ۹

۲۶۔ مختصر المعانی، ص ۱۷۲ ۲۷۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۱۷۲، ف ۳

۲۸۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص ۱۷۲، ف ۴

۲۹۔ تلاش بسیار کے بعد بھی حاشیہ الدسوقی دستیاب نہیں ہو سکا البتہ اس حاشیہ کی ایک تلخیص بنام مختصر الدسوقی مصنفہ علامہ علی الأقشہوری بن عثمان دستیاب ہوا ہے۔

۳۰۔ مختصر الدسوقی، علی اقشہوری بن عثمان، مؤسسۃ اسماعیلیان، ایران، ۱۳۹۷ھ، ص۳۰۴۔۳۰۵

۳۱۔ تلخیص المفتاح، ص۲۴۴ ۳۲۔ مختصر المعانی، ص۲۴۴

۳۳۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۲۴۴، ف۷

۳۴۔ مختصر الدسوقی، ص۳۵۹ ۳۵۔ تلخیص المفتاح، ص۲۷

۳۶۔ مختصر المعانی، ص۲۸ ۳۷۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۲۸، ف۵

۳۸۔ حاشیہ عبد الحکیم مع المطول وحاشیہ فیض الفتاح، عبد الحکیم سیالکوٹی، مطبع مدرسہ والدہ عباس الاول، قاہرہ، ۱۹۰۵ء، ۱/۲۱۲

۳۹۔ تلخیص المفتاح، ص۱۸ ۴۰۔ مختصر المعانی، ص۱۸

۴۱۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۱۸، ف۷؛ ماخوذ من الاطول، ابن عرب شاہ، ابراہیم بن محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۱ء ۴۲۔ تلخیص المفتاح، ص۳۰

۴۳۔ الاطول، ۱/ ۱۹۵۔۱۹۶ ۴۴۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۳۰، ف۷

۴۵۔ ایضاً، ص۱۸، ف۸، ص۲۰، ف۳ ۴۶۔ تلخیص المفتاح، ص۱۴

۴۷۔ المطول، ۱/ ۱۴۰ ۴۸۔ المثل السائر، ۱/ ۱۸۵۔۱۸۷

۴۹۔ اس بحث کے لیے ملاحظہ ہو۔ (المطول وحاشیہ علی المطول، ۱/ ۱۴۲۔۱۴۵)

۵۰۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۱۵، ف۸ تا ف ۱۱

۵۱۔ مختصر المعانی، ص۳۴

۵۲۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۳۴، ف۴؛ ماخوذ المطول، مطبع قیومی، کانپور، (س۔ن)، ص۵۷۔۵۸

۵۳۔ مختصر المعانی، ص۹۲

۵۴۔ حاشیہ شیخ الہند علی مختصر المعانی، ص۹۲، ف۶ : ماخوذ از اطول، ۱/ ۳۵۵

۵۵۔ احاطہ دار العلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن، گیلانی، مناظر احسن، سید، دارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، (س۔ن)، ص۳۶۔۳۷

* * * * *